مولانا امین احسن اصلاحی کے تفسیری تفردات کا تحقیقی جائزہ

شکیل احمد قریشی ☆ / حافظ عقیل احمد ☆☆

قرآن مجید پوری انسانیت کے لیے اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا انعام ہے۔جس شخص نے بھی اس کتاب پر عمل کیا وہ وقت کا امام بنا۔جیسا کہ تاریخ شاہد ہے کہ عرب کے ریگستانوں اور پہاڑوں میں ننگے پاؤں ریوڑ چرانے والے اس کتاب پر عمل کرنے کی بناء پر دنیا کے قائد بنے۔معلوم ہوا کہ قرآن مجید بنی نوع انسان کے لیے سرچشمہ ہدایت ہے۔قرآن مجید پر عمل کرنے کے لیے ضروری ہے کہ انسان اس کے اسرار و رموز پر غور و فکر کرے۔ان اسرار و رموز کو سمجھنے کے لیے انسان کو تفسیر و تشریح کی ضرورت پیش آئی ہے۔قرآن مجید کی تفسیر کی ابتداء آنحضورﷺ کے دور سے ہوئی۔عہد صحابہ سے لے کر آج تک جتنی تفسیریں لکھی گئی ہیں وہ ہمارا تاریخی ورثہ اور مذہبی عظمت پر دلالت کرتی ہیں۔دنیا میں ہر دور اور ہر زبان میں قرآن مجید پر بہت کچھ لکھا جاتا رہا ہے۔برصغیر پاک و ہند میں جب اردو زبان کا ارتقاء ہوا تو قرآن پاک کے ترجمہ و تشریح پر بھی کام شروع ہوا یوں مختلف ادوار میں مختلف تفسیریں لکھی گئیں اور اکثر علماء نے اپنی ذہنی میلانات و رجحانات کے مطابق تفاسیر لکھیں۔اردو کی ان مشہور تفاسیر میں تفھیم القرآن (سید ابوالاعلیٰ مودودی)، معارف القرآن (مفتی محمد شفیع)، ضیاء القرآن (پیر محمد کرم شاہ)، فتح المنان (عبدالحق حقانی محدث دہلوی) اور بیان القرآن (مولانا اشرف علی تھانوی) وغیرہ شامل ہیں۔ان میں سے بعض اپنے مکاتب فکر کی نمائندہ ہیں اور بعض کو دیگر مباحث میں اہمیت حاصل ہے۔مولانا امین احسن اصلاحی کی تفسیر تدبر قرآن کو اردو تفاسیر میں بہت زیادہ اہمیت حاصل ہے۔کیونکہ اس میں مولانا نے نئے اسلوب تفسیر کو متعارف کرایا ہے۔مثلاً قرآن کا نظم ہر سورہ کا عمود اور الفاظ کی تحقیق وغیرہ۔

مولانا امین احسن اصلاحی صاحب نے ہر آیت کی وہی تشریح کی ہے جس پر ان کا دل مطمئن ہوا ہے۔جیسا کہ مقدمے میں لکھتے ہیں۔

☆ شکیل احمد قریشی، اسسٹنٹ پروفیسر، گورنمنٹ کالج، سول لائنز، ملتان۔

☆☆ حافظ عقیل احمد، اسسٹنٹ پروفیسر، گورنمنٹ کالج، سول لائنز، ملتان۔

''میں اپنے رب کو گواہ کر کے کہتا ہوں کہ میں نے اس کتاب میں کسی ایک آیت کی بھی ایسی تفسیر نہیں کی ہے جس میں کوئی تردد ہو۔ جہاں ذرا بھی کوئی تردد ہوا ہے میں نے بے تکلف اس کی طرف اشارہ کر دیا ہے۔ اسی طرح یہ بات بھی عرض کرتا ہوں کہ کسی ایک مقام میں بھی میں نے یہ کوشش نہیں کی کہ کسی آیت کو اس کے حقیقی مفہوم سے ہٹا کر اپنے کسی نظریے یا کسی خیال کی تائید کے لیے استعمال کروں قرآن سے باہر کی کسی چیز سے بھی کبھی میری کوئی خاص قلبی و ذہنی وابستگی نہیں ہوی اگر ہوئی ہے تو قرآن ہی کے لیے اور قرآن ہی کے تحت ہوئی ہے۔ اس کتاب کے پڑھنے والے محسوس کریں گے کہ جہاں کہیں مجھے اپنے استاد سے بھی اختلاف ہوا ہے میں نے بے جھجک اس کا بھی اظہار کر دیا ہے۔''[۱]

مولانا اپنی تفسیر کے دوران بعض آیات کا مطلب سمجھنے میں دوسرے مفسرین سے منفرد نظر آتے ہیں۔ وہ اس طرح کہ کسی آیت میں مولانا کا جو نقطہ نظر ہوتا ہے وہ دوسرے مفسرین کا نہیں ہوتا۔ مولانا کی تفسیر میں وہ آیات جس کو مولانا سمجھنے میں منفرد ہیں وہ مولانا کے تفردات ہیں۔

احوال و آثار:

مولانا امین احسن اصلاحی کا تعلق اعظم گڑھ کی مشہور براوری ''پچمیل'' سے تھا۔ جس میں غالب اکثریت نومسلم راجپوتوں کی ہے[۲] ان کا خاندان متوسط درجے کا زمیندار خاندان تھا۔ مولانا اصلاحی کے والد حافظ محمد مرتضیٰ ایک نیک سیرت اور معزز آدی تھے جو اردو فارسی پر دسترس رکھتے تھے۔ مولانا اصلاحی کا آبائی گاؤں ''بمہور''اعظم گڑھ (یوپی) سے چار میل کے فاصلے پر دریائے ٹونس کے کنارے پر واقع تھا۔[۳] یہ گاؤں ۱۸۵۷ء سے انگریزی استعمار کے خلاف تحریک آزادی کا گہوارہ رہا۔[۴]

ولادت و تعلیم:

امین احسن اصلاحی کی پیدائش ۱۹۰۴ء میں ہوئی لیکن صحیح تاریخ محفوظ نہیں رہ سکی۔[۵] ابتدائی تعلیم و تربیت گاؤں کے دو مکتبوں میں ہوئی۔ سرکاری مکتب میں ان کے استاد ''مولوی بشیر احمد'' جبکہ دینی مکتب میں یہ ''مولوی فصیح احمد'' کے شاگرد تھے۔[۶] یہاں سے انہوں نے قرآن مجید اور فارسی کی تعلیم حاصل کی۔

مدرستہ الاصلاح:

۹ رجنوری ۱۹۱۵ء کو مولانا اصلاحی کو مدرستہ الاصلاح سرائے میر ضلع اعظم گڑھ میں داخل کرا دیا گیا۔ اس مدرسے کو مولانا شبلی نعمانی اور مولانا حمید الدین فراہی جیسے نابغہ عصر کی سرپرستی حاصل تھی۔[۷]

مدرسہ دینی و دنیاوی تعلیم اور قدیم و جدید علوم کا حسین امتزاج تھا۔ مولانا امین احسن اصلاحی نے آٹھ سال میں پورے نصاب کی تعلیم مکمل کی۔ اس عرصے میں انہوں نے عربی زبان، قرآن، حدیث، فقہ اور کلامی علوم کی تحصیل کی۔ اردو،

فارسی، انگریزی اور بالخصوص عربی میں دسترس حاصل کی تا کہ آئندہ تحقیق و تدبر کی راہیں وہ خود طے کر سکیں۔ دوران تعلیم وہ ایک لائق، محنتی اور ذہین طالب علم کی حیثیت سے نمایاں رہے۔ دوران تعلیم ہی انہوں نے مولانا عبدالرحمٰن بلگرامی سے کسب فیض حاصل کی جن کی صحبت نے ان کی صلاحیتوں میں مزید نکھار پیدا کر دیا۔ ید سلمان ندوی کے بقول ''مولانا بلگرامیؒ نے چار برس تک مدرسہ سرائے میر میں رہ کر زیر تربیت چند اچھے لڑکے پیدا کئے جن میں سے ایک آدمی مولانا امین احسن اصلاحی ہیں۔'' ۸

صحافت:

مدرسہ سے فارغ ہوتے ہی مولانا اصلاحی ۱۹۲۲ء میں اٹھارہ سال کی عمر میں سہ روزہ ''مدینہ بجنور'' کے نائب مدیر مقرر ہوئے۔ مدینہ بجنور کو مسلمانان ہند کی سیاسی اور ادبی تاریخ میں بڑا اونچا مقام حاصل تھا۔ ان دنوں اخبار تحریک خلافت کا علمبردار اور سیاست میں کانگرس کا ہمنوا تھا۔ اخبار کے مالک مجید حسن نے بچوں کے ہفت روزہ ''غنچہ'' کی ادارت بھی مولانا کے سپرد کر دی۔ وہ ''مدینہ بجنور'' سے دو ڈھائی سال وابستہ رہے۔ ۹ اس دوران انہوں نے مولانا عبدالماجد دریا آبادی کے زیر اہتمام شائع ہونے والے ہفت روزہ ''سچ'' میں بھی کام کیا۔ اس عرصہ میں انہوں نے ایک عربی ناول کا ہندوستانی جاسوس کے نام سے اور محی الدین الخیاط کی مشہور کتاب تاریخ اسلام کا اردو ترجمہ بھی کیا۔ ۱۰

جماعت اسلامی سے وابستگی:

تدریس و تالیف کے زمانے میں مولانا ابوالاعلیٰ مودودیؒ کے زیر ادارت شائع ہونے والے ماہنامہ ''ترجمان القرآن'' کے دعوتی و انقلابی مضامین سے متاثر ہوئے اور مولانا مودودیؒ کے موقف کو سمجھنے کے لیے ان سے ایک تفصیلی ملاقات کی۔ ۱۱ جماعت اسلامی کی تشکیلی اجلاس میں وہ شریک نہیں تھے لیکن پھر بھی جماعت کے ساتھ ان کے مخلصانہ تعلق کی وجہ سے صوبہ بہار کا نائب امیر مقرر کیا گیا۔ ۱۲

سیاست و اسیری:

قیام پاکستان کے بعد جماعت کے نفاذ اسلام کے مطالبہ کی پاداش میں ۵/ اکتوبر ۱۹۴۸ء کو اسیر ہوئے۔ ۱۳ ۱۹۵۱ء میں جماعت کی طرف سے پنجاب اسمبلی کا انتخاب لڑا جس کا نتیجہ ناکامی کی صورت میں حاصل ہوا۔ ۱۴ ۱۹۵۳ء تحریک ختم نبوت میں حصہ لیا اور ڈیڑھ سال قید میں رہے۔ ۱۵ ۱۹۵۶ء میں انہیں ممبر اسلامک لاء کمیشن مقرر کیا گیا۔ ۱۶ ۱۹۵۸ء میں وہ ایک اصولی اختلاف پر جماعت اسلامی سے علیحدہ ہو گئے۔ ۱۷

تدبر قرآن پر کامل التفات:

جماعت سے علیحدگی کے بعد مولانا نے تفسیر تدبر قرآن لکھنے کا باقاعدہ آغاز کر دیا اور اس کی اقساط ماہنامہ ''المنبر''

میں اسی سال شائع ہونے لگیں۔ جون ۱۹۵۹ء میں اپنا ذاتی رسالہ ''میثاق'' جاری کیا جس میں مولانا کی تمام تحقیقات شائع ہونے لگیں۔[۱۸] ۱۹۶۲ء میں حلقہ تدبر قرآن کا آغاز کیا لیکن ۱۹۶۵ء میں ان کے صاحبزادے ابوصالح اصلاحی کی وفات سے میثاق اور حلقہ تدبر پر کام بند ہو گیا۔[۱۹]

مرض اور تکمیل تفسیر:

۱۹۷۱ء کے آخر میں مولانا مرض نسیان اور دردسر کے علاج کے لیے کراچی چلے گئے۔ مئی ۱۹۷۲ء میں جب وہ صحت یاب ہو کر واپس آئے تو معاشی مسائل نے ان کو ایک گاؤں ''خانقاہ ڈوگراں'' تک محدود کر دیا لیکن پھر بھی تفسیر لکھنے کا کام بند نہیں کیا۔ اگست ۱۹۸۰ء میں لاہور میں انہوں نے اس عظیم کام کو پایہ تکمیل تک پہنچایا۔[۲۰] ۱۹۸۰ء میں ادارہ تدبر قرآن وحدیث کا قیام عمل میں لایا گیا۔ ۱۹۸۱ء میں مجلّہ ''تدبر'' کا اجرا ہوا۔ ادارہ میں ہفتہ وار درس قرآن کا سلسلہ جاری کیا گیا جس میں انہوں نے قرآن، حدیث، فلسفہ پر لیکچرز دیئے۔ ۱۹۹۳ء میں پیرانہ سالی کی وجہ سے یہ سلسلہ جاری نہ رہ سکا۔[۲۱]

خانگی زندگی:

مولانا امین احسن اصلاحی نے دو شادیاں کیں پہلی شادی ۱۹۲۳ء میں اعظم گڑھ کے راجپوت خاندان کی رابعہ نامی خاتون سے ہوئی جن سے ان کے پانچ بچے (تین لڑکے اور دو لڑکیاں) پیدا ہوئیں۔ پہلی بیوی کی وفات کے بعد انہوں نے دوسری شادی ۱۹۴۵ء میں جالندھر کے چوہدری عبدالرحمٰن کی صاحبزادی سے کی جن سے ایک صاحبزادی مریم ہیں۔[۲۲]

وفات:

۱۵ دسمبر ۱۹۹۷ء کو عارضہ قلب اور فالج کے حملے کی وجہ سے مولانا امین احسن اصلاحی اس جہاں سے رخصت ہوئے ان کی نماز جنازہ امیر جماعت اسلامی قاضی حسین احمد نے پڑھائی۔[۲۳]

تدبر قرآن کے تفردات

مرعوبیت کفار پر استدلال:

قَدْ كَانَ لَكُمْ اٰيَةٌ فِىْ فِئَتَيْنِ الْتَقَتَا ؕ فِئَةٌ تُقَاتِلُ
فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَاُخْرٰى كَافِرَةٌ يَّرَوْنَهُمْ مِّثْلَيْهِمْ رَاْىَ الْعَيْنِ ؕ [۲۴]

ترجمہ: [جن دو گروہوں میں مڈبھیڑ ہوئی ان کی سرگزشت میں تمہارے لیے نشانی ہے۔ ایک گروہ اس کی راہ

میں لڑ رہا تھا دوسرا کافر تھا یہ ان کو کھلم کھلا ان سے دوگنا دیکھتے تھے۔]

امین احسن اصلاحی صاحب نے اس آیت کی تفسیر اس طرح کی ہے۔

"ہر چند کفار کی تعداد ہزار سے متجاوز تھی اور مسلمان، تین سو تیرہ تھے۔ لیکن جب مقابلے کی نوبت آئی تو کفار نے کھلی آنکھوں سے مسلمانوں کو اپنے سے دوگنا دیکھا۔ اگر واقعہ اس کے برعکس ہوتا اگر مسلمانوں نے کفار کو اپنے سے دوگنا دیکھا ہوتا تو اس میں کفار کے لیے کیا نشانی ہوتی۔"

اصلاحی صاحب لکھتے ہیں اگر مسلمان کافروں کو اپنی نگاہوں سے دوگنا دیکھتے تو پھر کافروں کے لیے کیا نشانی ہوتی۔ لہٰذا کافروں کو نشانی دکھانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کی فوج اتار دی تھی تاکہ کافر مسلمانوں کو اپنے سے دوگنا دیکھیں اور مرعوب ہو جائیں۔ جبکہ کچھ حضرات کا خیال یہ ہے کہ مسلمانوں نے کفار کو اپنے سے دوگنا دیکھا تھا یا یہ کہ ہر ایک فریق کو حریف مقابل اپنے سے دوگنا نظر آتا تھا۔ ۲۵

عصمت نبوی کا خاص انداز:

وَمَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّغُلَّ ؕ وَمَنْ يَّغْلُلْ يَاْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۲۶

ترجمہ: [اور ایک نبی کی شان سے بعید ہے کہ وہ بدخواہی کرے اور جو کوئی بدخواہی کرے گا تو قیامت کے دن وہ اپنی بدخواہی سمیت پیش ہوگا۔]

امین احسن اصلاحی اس آیت کی تفسیر اس طرح کرتے ہیں۔

غل یا غل کے معنی بدعہدی اور بے وفائی کرنے کے ہیں۔

یہ منافقین کے اس الزام کی تردید ہے جو انہوں نے احد کی شکست کے بعد آنحضرت ﷺ پر لگایا اور جس کو مسلمانوں کے اندر بددلی پیدا کرنے کے ارادے سے اچھی طرح پھیلایا۔ ہم نے تو واضح طور پر مشورہ دیا تھا کہ شہر کے اندر رہ کر دشمن کا مقابلہ کیا جائے لیکن انہوں نے ہمارے مشوروں اور ہمارے بھائیوں کی جانوں کی کوئی قدر و قیمت نہ سمجھی اور ان کو ایک بالکل نامناسب مقام میں لے جا کر دشمن سے تہ تیغ کرا دیا۔ یہ صریحاً بدخواہی اور ان کے ساتھ غداری و بے وفائی ہے۔

قرآن نے ان کے اس الزام کی تردید فرمائی ہے کہ تمہارا یہ الزام بالکل جھوٹ ہے کوئی نبی اپنی امت کے ساتھ بے وفائی و بدعہدی نہیں کرتا۔" جبکہ دیگر مفسرین نے اس کے معنی خیانت کے لیے ہیں کہ جنگ احد میں مال غنیمت کے بارے میں آپ ﷺ نے مال غنیمت پر جھکنے والوں سے کہا کہ کیا میں خیانت کروں گا اس آیت میں اشارہ اس طرف ہے۔ ۲۷

جمہور امت سے ناگوار اختلاف:

وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ ۲۸

ترجمہ: [اور اہل کتاب میں سے کوئی نہیں جو اس کی موت سے پہلے اس کا یقین نہ کر لے اور قیامت کے دن وہ اس پر گواہ ہوگا۔]

اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے امین احسن اصلاحی صاحب فرماتے ہیں۔

لیومنن بہ اور قبل موتھمیں پہلی ضمیر کا مرجع ہمارے نزدیک قرآن مجید ہے۔ اور دوسری کا مرجع آنحضورﷺ ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ آج تک یہ اہل کتاب قرآن اور نبی کی صداقت تسلیم کرنے کے لیے یہ شرط ٹھہراتے ہیں کہ وہ آسمان سے کتاب اترتی ہوئی دکھائیں تب یقین کریں گے قرآن فی الواقع اللہ کی کتاب ہے اور محمدﷺ اللہ کے رسول ہیں۔'' لہذا اہل کتاب کا موت سے قبل حضورﷺ اور قرآن مجید پر ایمان لانا ضروری ہے۔ جب کہ تفہیم القرآن، معارف القرآن اور ضیاء القرآن کے مولفین نے اس سے مراد حضرت عیسیٰؑ کو لیا ہے۔ یعنی اہل کتاب کا موت سے قبل حضرت عیسیٰ پر ایمان لانا ضروری ہے۔ یا حضرت عیسیٰ زمین پر دوبارہ تشریف لائیں گے اس وقت جتنے اہل کتاب موجود ہوں گے وہ سب حضرت عیسیٰؑ پر ایمان لاکر اسلام میں داخل ہوں گے۔ [۲۹]

شہادت محمدی اور شہادت مسیح کا فرق:

وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكُوْنُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا [۳۰]

ترجمہ: [اور قیامت کے دن وہ ان پر گواہ ہوگا۔]

امین احسن اصلاحی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ اس شہادت کا ذکر ہے جو آپﷺ قیامت کے دن ان تمام لوگوں پر دیں گے جن پر آپﷺ نے اس دنیا میں دین حق کی شہادت دی۔ حضورﷺ خاتم الانبیاء ہیں اور آپﷺ نے یہود و نصاریٰ اور اہل عرب پر یہ واضح فرمایا کہ اللہ کا اصل دین کیا ہے۔ اس وجہ سے آپﷺ ہی کا یہ منصب ہے کہ آپﷺ قیامت کے دن یہ بتائیں کہ آپﷺ نے لوگوں کی طرف سے کیا بتایا اور آپﷺ کی اس شہادت سے لوگوں پر حجت قائم ہوگی۔ امین احسن اصلاحی صاحب کے نزدیک قیامت کے روز حضورﷺ ہر امت پر گواہی دیں گے جبکہ دیگر مفسرین کے نزدیک حضرت عیسیٰؑ یہودیوں اور عیسائیوں پر گواہی دیں گے جو کچھ انہوں نے ان کے ساتھ کیا۔ [۳۱]

یہود اور قریش سے مسلمانوں کی حفاظت:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ [۳۲]

ترجمہ: [اے ایمان والو اپنے اوپر اللہ کے فضل کو یاد کرو۔]

امین احسن اصلاحی اس آیت کی تفسیر اس طرح کرتے ہیں۔

''اس آیت میں ''قوم'' سے اشارہ میرے نزدیک قریش کی طرف ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے آپﷺ پر احسان

فرمایا کہ قریش کے ہاتھ آپ ﷺ سے روک دیے۔ جب کہ دیگر مفسرین نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے کہ یہودیوں نے سازش کی تھی کہ آپ ﷺ کو قتل کردیں گے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کی سازش کو بے نقاب کردیا اور یہودیوں کی اس سازش سے آپ ﷺ محفوظ رہے۔'' ۳۳ے

آیت کے وسیع معنی کو محدود کرنا:

اِتَّبِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ ۭ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ۳۴ے

ترجمہ: [لوگو جو چیز تمہاری طرف رب کی جانب سے اتاری گئی ہے اس کی پیروی کرو اور اس کے ماسوا سرپرستوں کی پیروی نہ کرو بہت کم ہی تم لوگ یاد دہانی حاصل کرتے ہو۔]

امین احسن اصلاحی اس آیت کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

''عام طور پر لوگوں نے اس آیت کا مخاطب مسلمانوں کو مانا ہے۔ لیکن سیاق وسباق اور آیت کے الفاظ دلیل ہیں کہ خطاب قریش سے ہے۔ آنحضرت ﷺ کو اوپر والی آیت میں تسلی دینے کے بعد اب قریش کو دھمکی دی گئی ہے کہ یہ چیز جو تم پر تمہارے رب کی جانب سے نازل کی گئی ہے۔ اس کی پیروی کرو اور خدا کے سوا دوسرے معبودوں اور شریکوں کی پیروی نہ کرو۔'' ۳۵ے

اصحاب اعراف کے متعلق منفرد نظریہ:

وَبَيْنَهُمَا حِجَابٌ ۚ وَعَلَى الْاَعْرَافِ رِجَالٌ يَّعْرِفُوْنَ كُلًّاۢ بِسِيْمٰهُمْ ۚ ۳۶ے

ترجمہ: [اور ان کے درمیان پردے کی دیوار ہوگی اور دیوار کی برجیوں پر کچھ لوگ ہوں گے جو ہر ایک کو ان کی علامت سے پہچانیں گے۔]

امین احسن اصلاحی صاحب اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے رقم طراز ہیں۔ حجاب سے مراد وہ دیوار ہے جو جنت اور دوزخ کے درمیان کھڑی کروی جائے گی اعراف عرف کی جمع ہے عرف گھوڑے کی پیشانی کی چوٹی اور مرغ کی کلغی کو کہتے ہیں۔ یہیں سے یہ لفظ مینارہ یا برجی کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ جنت اور دوزخ کے درمیان جو دیوار ہوگی یہ مینا ریں اور برجیاں اسی دیوار پر ہوں گے جہاں سے جنت اور دوزخ کے تمام مناظر کا مشاہدہ ہوسکے گا۔''رجال کا لفظ یوں تو عام اپنے مفہوم میں بھی استعمال ہوتا ہے لیکن عربیت کا ذوق رکھنے والے جانتے ہیں کہ اس سے بالعموم نمایاں اور ممتاز اشخاص مراد ہوئے ہیں۔ مثلاً

رِجَالٌ ۙ لَّا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ۳۷ے

[ایسے لوگ (رجال) جن کو تجارت اور خرید وفروخت یاد الٰہی سے غافل نہیں کرتی۔]

مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ ۳۸

[اور اہل ایمان میں ایسے رجال ہیں جنہوں نے اس عہد کو سچ کر دکھایا جو خدا سے انہوں نے باندھا۔]

لہٰذا امین احسن اصلاحی کے نزدیک اصحاب اعراف سے مراد نیک اور ایماندار لوگ ہیں۔ یہ لوگ اسی مقام سے جہاں سے جنت اور دوزخ کے مناظر دکھائی دیتے ہوں گے اہل جنت کو مبارک باد دیں گے اور اہل دوزخ کو ملامت کریں گے۔ یہ ساری باتیں ایسے لوگوں کی زبان سے کس طرح نکل سکتی ہیں جنہیں خود اپنی نجات کی فکر پڑی ہو۔ جبکہ کئی دوسرے مفسرین کے نزدیک اس سے مراد وہ لوگ ہیں جن کی نیکیاں اور برائیاں برابر ہیں۔ اس وجہ سے ان کا فیصلہ ابھی معلق ہوگا کہ دوزخ میں بھیجے جائیں یا جنت میں۔ ۳۹

عذاب مرتین کی اچھوتی وضاحت:

سَنُعَذِّبُهُمْ مَّرَّتَيْنِ ثُمَّ يُرَدُّوْنَ اِلٰى عَذَابٍ عَظِيْمٍ ۴۰

ہم انہیں دوبار سزا دیں گے پھر وہ ایک عذاب عظیم کی طرف دھکیلے جائیں گے۔]

امین احسن اصلاحی صاحب اس کی تفسیر اس طرح بیان فرماتے ہیں۔

''سنعذ بھم مرتین میں ایک تو اس سزا کی طرف اشارہ ہے جو مسلمانوں کے ہاتھوں ان کو ملنے والی ہے۔ دوسرے اس عذاب کی طرف جس سے یہ عالم برزخ میں دوچار ہوں گے۔'' ۴۱

امین احسن اصلاحی صاحب کے نزدیک ان کو دو عذاب ہوں گے۔ پہلا عذاب ہوگا ان کی منافقت کی وجہ سے مال و جاہ اور عزت کی بجائے الٹی ذلت و نامرادی پائیں گے۔

دوسری سزا یہ ہوگی کہ جو وہ اسلام کو مٹانے کی کوشش کر رہے تھے وہ اسلام ان کی آنکھوں کے سامنے پھلے پھولے گا۔

جبکہ دیگر مفسرین کے نزدیک پہلا عذا ان کو دنیا کی رسوائی کا ہوگا اور دوسرا عذاب قبر یا عالم برزخ میں ملے گا۔

اصحاب کہف کی کروٹ کی اصل حقیقت:

وَتَرَى الشَّمْسَ اِذَا طَلَعَتْ تَّزٰوَرُ عَنْ كَهْفِهِمْ ذَاتَ الْيَمِيْنِ
وَاِذَا غَرَبَتْ تَّقْرِضُهُمْ ذَاتَ الشِّمَالِ وَهُمْ فِيْ فَجْوَةٍ مِّنْهُ ۴۲

[اور تم دیکھتے سورج کو جب طلوع ہوتا ہے تو ان کے غار سے دائیں جانب کو بچا رہتا ہے اور جب ڈوبتا ہے تو ان سے بائیں طرف کترا جاتا ہے اور وہ اس کے صحن میں ہیں۔]

امین احسن اصلاحی صاحب اس آیت کی تفسیر بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

''اوپر کی آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے لیے غار میں ضروریات و مرافق کے مہیا فرمانے کا وعدہ فرمایا ہے۔ اب یہ اس کا بیان ہو رہا ہے کہ اگر تم دیکھ پاتے تو دیکھتے سورج جب طلوع ہوتا ہے تو ان کے غار سے دائیں کو بچتا ہوا طلوع ہوتا ہے اور جب ڈوبتا ہے تو ان سے بائیں کو کتراتا ہوا ڈوبتا ہے اور وہ اس غار کے صحن میں آرام کر رہے تھے۔ اس سے معلوم ہوا غار کا دھانہ اس طرح واقع ہوا تھا کہ اس کے اندر ہوا، روشنی اور حرارت، جو زندگی گزارنے کی ضروریات میں سے ہیں بآسانی پہنچتی رہیں لیکن آفتاب کی تمازت اس کے اندر راہ نہیں پائی تھی۔ ہمارے مفسرین نے غار اور اس دھانے کی سمت اور جہت متعین کرنے کی کوشش کی ہے۔ لیکن ہمارے نزدیک یہ کاوش غیر ضروری ہے۔ اس کی مختلف شکلیں فرض کی جاسکتی ہیں۔ لیکن ان میں سے کسی کے متعلق جزم کے ساتھ کوئی بات نہیں کہی جاسکتی۔ صحیح بات وہی ہے جو اللہ تعالیٰ نے بتادی کہ یہ اللہ تعالیٰ کی نشانی میں سے ایک نشانی ہے کہ اس نے اپنی تدبیر و کارسازی سے اپنے بندوں کے لیے غار مہیا فرمایا جہاں بغیر کاوش کے ان کے لیے ساری ضروریات زندگی فراہم تھیں۔ اور معلوم ہوتا ہے کہ سورج بھی ان کے پاس سے گزرتا ہے تو ادب و احترام سے گزرتا ہے کہ ان کی خدمت کی انجام دہی کا شرف تو حاصل ہو لیکن ان کے آرام و سکون میں کوئی خلل واقع نہ ہو۔[۴۳]

پل صراط کا شخصی تصور:

وَإِن مِّنكُمْ إِلَّا وَارِدُهَا كَانَ عَلَى رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِيًّا [۴۴]

[(اور ان کو حکم دیں گے) کہ تم میں سے ہر ایک بہرحال اس میں داخل ہونا ہے یہ تیرے رب کے اوپر ایک طے شدہ امر واجب ہے۔]

حتم کے معنی واجب اور لازم کے ہیں اور ضمیر خطاب کے مخاطب وہی مجرمین ہیں جن کا ذکر اوپر چلا آرہا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان مجرموں کو خطاب کر کے فرمائے گا کہ اب تمہارے لیے۔ داد و فریاد اور عذر و معذرت کا وقت گزر گیا اب تم میں سے بلا استثناء ہر ایک کو اس جہنم میں اترنا ہے ساتھ ہی پیغمبر ﷺ کو اطمینان دلایا ہے کہ یہ امر بالکل قطعی اور فیصل شدہ ہے اس کو تمہارے رب نے اپنے اوپر لازم ٹھہرالیا ہے۔ ایک دن تم اپنے دشمنوں کا یہ انجام اپنے سامنے دیکھ لو گے۔

آیت کی یہ تاویل بالکل واضح ہے۔ لیکن ہمارے مفسرین نے اس کا مخاطب تمام بنی نوع انسان کو مان لیا ہے۔ چنانچہ وہ ہر شخص کے لیے خواہ نیک ہو یا بد، جہنم سے گزرنا ضروری قرار دیتے ہیں۔ بس اتنی خیریت ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ جہنم پر پل صراط کے نام سے ایک پل ہوگا جس پر سے نیک لوگ تو گزر جائیں گے اور برے جہنم میں چھوڑ دیئے جائیں گے مجھے تعجب ہے کہ اتنی سخت بات کہنے والے کو قرآن کی وہ آیت بھول جاتی ہے جو سورہ انبیاء کی آیت ۱۰۱ میں نیکوکاروں سے متعلق ہے۔ بے شک جس کے لیے ہمارا اچھا وعدہ ہو چکا ہے وہ اس جہنم سے دور رکھے جائیں گے وہ اس کا کھٹکا بھی نہیں سنیں گے۔[۴۵]

آیات سماوات کی منفرد تفسیر:

وَلَقَدْ خَلَقْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعَ طَرَآئِقَ ۖ وَمَا كُنَّا عَنِ الْخَلْقِ غٰفِلِيْنَ [۴۶]

[اور ہم نے تمہارے اوپر سات تہہ بہ تہہ آسمان بنائے اور ہم مخلوق سے بے پرواہ نہیں ہوئے۔]

اس آیت کی تفسیر میں امین احسن اصلاحی صاحب لکھتے ہیں۔

''طرائق طریقہ کی جمع ہے۔ طرائق یعنی دھاریوں کے معنی میں آتا ہے یہاں صفت بول کر موصوف مراد لیا ہے۔ جو عربی زبان میں معروف ہے یعنی دھاریوں والے سات آسمان، یہاں اس لفظ سے آسمان کی رنگارنگی و بوقلمونی کی طرف اشارہ ہو رہا ہے اور اس بارش کی طرف بھی جس کا ذکر آگے نہایت اہتمام سے آ رہا ہے۔'' [۴۷]

جبکہ عام مفسرین اس سے آسمان کے سات طبقات مراد لیتے ہیں۔

عصمت مریم کا خاص بیان:

وَجَعَلْنَا ابْنَ مَرْيَمَ وَاُمَّهٗٓ اٰيَةً وَّاٰوَيْنٰهُمَآ اِلٰى رَبْوَةٍ ذَاتِ قَرَارٍ وَّمَعِيْنٍ [۴۸]

ترجمہ: [اور ہم نے ابن مریم اور اس کی ماں کو ایک عظیم نشانی بنایا اور ان کو ایک سکون ور چشمے والے ٹیلہ پر پناہ دی۔]

امین احسن اصلاحی صاحب اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ اس آیت میں

''سیدنا مسیح کے وقت ولادت کی طرف اشارہ ہے۔ جب حضرت مریم کو ایک الگ تھلگ جگہ ایک درخت کے نیچے جا بیٹھنے کی غیبی ہدایت ہوئی یہ جگہ مرتفع اور پرسکون تھی۔ یہاں کھجور کا ایک بے ثمر درخت بھی تھا اور اس کے نیچے ایک صاف وشفاف شیریں چشمہ بھی اپنی زندگی کے اس نازک مرحلہ میں حضرت مریم ایک پرسکون گوشہ تنہائی کی سخت محتاج تھیں تاکہ زمانے کے طعنوں اور کچوکوں سے محفوظ رہیں۔'' [۴۹] جبکہ اکثر مفسرین کے نزدیک حضرت عیسیٰؑ کی پیدائش کے بعد ان کی جان کی حفاظت کے لیے حضرت مریم ان کو مختلف علاقوں میں لے گی تھیں۔ یہاں اسی مقام کا ذکر کیا گیا ہے۔

آیت رجم پر علمی تفرد:

اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ [۵۰]

[زانی عورت اور زانی مرد دونوں میں سے ہر ایک کو سو سو کوڑے مارو۔]

اس آیت کی تفسیر میں مولانا امین احسن اصلاحی نے یہ بات واضح کی ہے کہ جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ قرآن پاک میں رجم کی سزا کا کوئی ذکر نہیں ان کا خیال بالکل غلط ہے۔ انہوں نے آیات حرابہ ان یقتلوا یہ کہ فساو فی الارض کے یہ مجرمین قتل کردیے جائیں سے رجم کو ثابت کیا ہے لیکن رجم کی سزا ہر قسم کے زانیوں کے لیے نہیں ہے۔

بلکہ ان زانیوں کے لیے جو عورتوں کے اغوا کو پیشہ بنالیں جو دن دھاڑے لوگوں کی عزت و آبرو پر ڈاکہ ڈالیں کھلم کھلا زنا بالجبر کے مرتکب ہوں اور معاشرے کی عزت و ناموس کے لیے خطرہ بن جائیں عام سزا زنا کی وہی ہے جو سورہ نور کی زیر بحث آیت میں مذکور ہے۔ قطع نظر اس سے کہ مرتکب جرم شادی شدہ ہے یا غیر شادی شدہ، البتہ اگر کوئی شخص اس سزا کے قابو میں نہیں آرہا ہے یا ایک آفت کی شکل اختیار کر چکا ہے تو حکومت اس کو تقتیل یعنی رجم کی سزا از روئے سورہ مائدہ دینے کا اختیار رکھتی ہے۔ ۵۱

امہات المومنین کا طلب نفقہ کی منفرد تفسیر:

يَاأَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِأَزْوَاجِكَ إِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا وَزِينَتَهَا
فَتَعَالَيْنَ أُمَتِّعْكُنَّ وَأُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيلًا ﴿۲۸﴾ ۵۲

ترجمہ: [اے نبی اپنی بیویوں سے کہہ دو اگر تم دنیا کی زندگی اور اس کی زینتوں کی طالب ہو تو آؤ میں تمہیں دے دلا کر خوبصورتی کے ساتھ رخصت کر دوں۔]

اس آیت کا پس منظر کچھ اس طرح سے ہے۔ اصلاحی صاحب رقم طراز ہیں۔

''ہمارے مفسرین نے ان آیات کا پس منظر یہ بتایا ہے کہ فتح خیبر کے بعد جب مسلمانوں کو فی الجملہ معاشی کشادگی حاصل ہوئی تو حضور اکرم ﷺ کی ازواج نے بھی آپ ﷺ سے مطالبہ کیا کہ ان کو بھی زندگی کی راحتوں اور زینتوں سے متمتع ہونے کا موقع دیا جائے ان کے اس مطالبہ پر بطور عتاب یہ آیات نازل ہوئیں ہمارے نزدیک یہ کمزور بات ہے۔

اول تو قرینہ دلیل یہ ہے کہ یہاں جن حالات پر تبصرہ ہو رہا ہے وہ ہجرت کے چوتھے یا پانچویں سال سے تعلق رکھنے والے ہیں۔ دوسرا یہ کہ یہ مطالبہ اگر مجرد نان و نفقہ میں فی الجملہ توسیع کے لیے تھا تو یہ کوئی ایسی بات نہیں ہے کہ جس پر ان کو کوئی نوٹس دیا جائے کہ ان کو دے دلا کر ہمیشہ کے لیے رخصت کر دیا جائے۔

تیسرا یہ کہ امہات المومنین کے متعلق یہ سوء ظن نہیں کیا جا سکتا کہ ان پر دنیا کی زینتوں اور راحتوں کا شوق کسی بھی دور میں اس قدر غالب آ گیا ہو کہ وہ اس مطالبہ کو لے کر اٹھ کھڑے ہوئے ہوں اور معاملہ اتنا سنگین ہو گیا ہو کہ خود اللہ تعالیٰ کو اس میں مداخلت کرنی پڑی ہو اور نوبت اس نوٹس تک پہنچ گئی ہو جو ان آیات میں ان کو دیا گیا ہو۔ یہ شان نزول ہمارے نزدیک قطعاً قابل توجہ نہیں ہے۔ نہ آیت کے الفاظ سے اس کی تائید ہوتی ہے یہ تو صرف منافق عورتوں کی چالیں تھیں جن کے ذریعے وہ آپ ﷺ کی گھریلو زندگی خراب کرنا چاہتی تھیں مختصر یہ کہ ان آیات میں ازواج مطہرات کے لیے کوئی عتاب نازل نہیں ہوا جیسا کہ عام مفسرین نے سمجھ لیا ہے۔ بلکہ ان آیات میں منافقین کے لیے رسوائی اور نا امیدی ہے۔ ۵۳

آل فرعون کے مرد مومن کی تفسیر:

اِذْ اَرْسَلْنَآ اِلَيْهِمُ اثْنَيْنِ فَكَذَّبُوْهُمَا فَعَزَّزْنَا بِثَالِثٍ فَقَالُوْٓا اِنَّآ اِلَيْكُمْ مُّرْسَلُوْنَ ۝ ۵۴ے

ترجمہ: [جب کہ ہم نے ان بستی والوں کے پاس دو رسول بھیجے تو لوگوں نے ان کی تکذیب کر دی تو ہم نے ایک تیسرے سے ان کی تائید کی تو انہوں نے لوگوں سے کہا کہ ہم تمہارے پاس بھیجے ہوئے آئے ہیں۔]

اصلاحی صاحب اس آیت میں اثنین اور ثالث کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

''اثنین سے مراد تو ظاہر ہے حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام ہیں رسولوں کی تاریخ میں یہی ایک مثال ملتی ہے کہ کسی قوم کی طرف ایک وقت میں دو رسول بھیجے گئے ہوں۔ آگے آتا ہے جب فرعونیوں نے اس کی تکذیب کر دی تو پھر اللہ تبارک وتعالیٰ نے ایک تیسرے بندے کو ان رسولوں کی تائید کے لیے اٹھایا۔

اس تیسرے سے کون مراد ہے؟ میرے نزدیک اس سے وہ مومن آل فرعون مراد ہے جس کی جانبازیوں کا ذکر موسیٰ علیہ السلام کی سرگزشت کے ذیل میں بھی ہوا ہے۔ اور قرآن کے دوسرے مقامات میں بھی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تائید میں اس مرد حق نے جو کچھ کیا ہے اور جس بے خوفی و جانبازی کے ساتھ ساتھ دیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی حیثیت حضرت موسیٰ علیہ السلام کی امت میں وہی تھی جو اس امت میں ابوبکر کی ہے۔ یہ اگرچہ اصلاحی صاحب کے نزدیک مفہوم میں رسول نہیں تھے لیکن جہاں تک رسولوں کی تائید وحمایت کا تعلق ہے اس کے لیے انہوں نے جان لڑا دی۔ چنانچہ الفاظ قرآن سے خود یہ بات نکلتی ہے کہ ان کا ذکر یہاں ایک رسول کی حیثیت سے نہیں ہوا بلکہ رسولوں کے ایک خاص مددگار کی حیثیت سے ہوا ہے۔ اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کو تین کے تیسرے کا درجہ دیا جبکہ ہمارے مفسرین میں سے اکثر نے تیسرے شخص آل فرعون کے مرد کو حضرت عیسیٰ کا تیسرا حواری شمعون قرار دیا ہے۔'' ۵۵ے

بنی اسرائیل کے حقیقی گواہ کا تعین:

قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كَانَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَكَفَرْتُمْ بِهٖ وَشَهِدَ
شَاهِدٌ مِّنْۢ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ عَلٰى مِثْلِهٖ فَاٰمَنَ وَاسْتَكْبَرْتُمْ ۵۶ے
اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝

ترجمہ: [ان سے پوچھو کہ اس وقت کیا ہوگا اگر یہ قرآن اللہ کی جانب سے ہوا اور تم نے اس کا انکار کیا اور بنی اسرائیل میں سے ایک شاہد نے اس کے مانند کتاب کی گواہی بھی دی ہے۔ سو وہ تو اس پر ایمان لایا اور تم نے تکبر کیا بے شک اللہ ظالموں کو راہ یاب نہیں کرتا۔]

اس آیت کی تفسیر میں امین احسن اصلاحی صاحب لکھتے ہیں۔

کہ یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ شاید سے کس کی طرف اشارہ ہے؟ اس سوال کے تین جواب ہمارے

مفسرین نے دیئے ہیں عام رائے تو یہ ہے کہ اس سے مراد حضرت عبداللہ بن سلامؓ ہیں دوسرے گروہ کے نزدیک اس سے اشارہ حضرت موسیٰؑ کی طرف ہے۔ یہ قول بھی کچھ وزنی نہیں ایک تیسرے گروہ نے اس کو اسم جنس کے مفہوم میں لے کر اس سے ان عام لوگوں کی شہادت مراد لی ہے جو بنی اسرائیل میں سے قرآن پر ایمان لائے لیکن یہ قول بھی بے بنیاد ہے۔

اصلاحی صاحب فرماتے ہیں کہ یہ اشارہ کسی ایسے شاہد کی طرف ہے جس کی شخصیت اور شہادت دونوں کا مرتبہ ایسا ہو کہ اس کو بطور ایک دلیل کے پیش کیا جا سکے۔ لہٰذا ہمارے نزدیک یہ اشارہ سیدنا مسیحؑ کی طرف ہے اس کی وجہ ہے کہ حضرت مسیحؑ نے اپنی بعثت کا خاص مقصد ہی یہ بتایا ہے کہ میں آنے والے کی راہ صاف کرنے آیا ہوں آپؑ کے بعد حضورﷺ کی بعثت ہوئی اور آپﷺ آخری نبی بھی ہیں اور آخری رسولﷺ بھی اس وجہ سے اس آنے والے سے آنحضرتﷺ کے سوا کسی اور کو مراد لینے کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ ۵۷

تحقیق خبر کی بہترین تفسیر:

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ إِن جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوٓاْ
أَن تُصِيبُواْ قَوْمًۢا بِجَهَٰلَةٍ فَتُصْبِحُواْ عَلَىٰ مَا فَعَلْتُمْ نَٰدِمِينَ ۝ ۵۸

ترجمہ: [اے ایمان والو! اگر تمہارے پاس کوئی فاسق کوئی اہم خبر لائے تو اس کی اچھی طرح تحقیق کر لیا کرو مبادا کسی قوم پر نادانی سے جا پڑو پھر تمہیں اپنے کیے پر پچھتانا پڑے۔]

آیت میں فاسق کی روایت پر اعتماد کرنے سے روکا گیا ہے۔ عام مفسرین کے نزدیک ولید بن عقبہ بن ابی معیطؓ کے من گھڑت قصہ سنانے کی بناء پر یہ آیت نازل ہوئی۔ جبکہ امین احسن اصلاحی صاحب فرماتے ہیں کہ ولید بن عقبہ کے متعلق اس واقعہ سے پہلے کوئی بات بھی ایسی لوگوں کے سامنے نہیں آئی تھی جس سے معلوم ہو سکتا کہ نعوذ باللہ وہ فاسق ہیں۔ اگر ایسا ہوتا تو آپﷺ ان کو تحصیل زکوٰۃ کا منصب کیوں عطا کرتے اور حضرت ولید وہی ہیں جن کو حضرت عثمانؓ نے اپنے دور خلافت میں کوفہ کا گورنر بنایا کیا حضرت عثمانؓ اس بات سے ناواقف تھے کہ یہ شخص از روئے نص قرآن فاسق قرار پا چکا ہے اور گورنری تو درکنار اسلامی قانون کی رو سے یہ کسی روایت یا شہادت کا بھی اہل نہیں ہے لہٰذا امین احسن اصلاحی کے نزدیک اس آیت میں فاسق سے مراد بدوی قبائل کے بعض سردار ہیں۔ جو مسلمان تو ہو گئے تھے مگر ابھی ان کی باہمی رنجش پوری طرح سے مٹی نہیں تھی چنانچہ وہ غلط اطلاعات کے ذریعے ایک دوسرے کے حریفوں کے خلاف حضورﷺ اور صحابہ کرامؓ کو بدگمان کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ ۵۹

مسئلہ سحر پر منطقی استدلال:

سورہ فلق کے شان نزول کے حوالے سے امین احسن اصلاحی صاحب لکھتے ہیں کہ یہ سورہ کسی شان نزول کی محتاج

نہیں لیکن اس کے تحت لوگوں نے یہ بات ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ کچھ یہودیوں نے آپ ﷺ پر جادو کردیا تھا جس کی وجہ سے آپ ﷺ بیمار ہوگئے تھے تو آپ کو یہ سورہ سکھائی گی اور آپ ﷺ اس جادو کے اثرات بد سے محفوظ ہوگئے۔

میرے نزدیک اس شان نزول کو رد کرنے کے لیے یہ دلیل کافی ہے کہ یہ اس مسلمہ عقیدے کے بالکل منافی ہے جو قرآن پاک نے عصمت انبیاء سے متعلق ہمیں تعلیم کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اس طرح کے شیطانی تصرفات سے اپنے نبیوں کو محفوظ رکھا ہے اور ان کی یہ محفوظیت دین کے تحفظ کے لیے ناگزیر ہے۔ یہ محفوظیت ہی نبی کے ہر قول اور فعل کو سند بناتی ہے پورا قرآن انبیاء کی عصمت پر گواہ ہے اور ہر مسلمان پر واجب ہے کہ وہ ان کی عصمت پر ایمان رکھے۔ نبی کے دندان مبارک شہید ہوجانا، اس کو زخمی کرویا جانا یا اس کے قتل کردیئے جانے کو اس امر پر دلیل نہ بنائیں کہ جب نبی ان چیزوں میں مبتلا ہوسکتا ہے تو مسحور بھی ہوسکتا ہے۔

لہٰذا میرے نزدیک اگر حضور ﷺ پر جادو ہوا بھی تو اس کا اثر چند گھنٹے سے زیادہ نہیں تھا یہ کیفیات نبی پر طاری ہو بھی جائیں تو وہ عارضی ہونگی۔ اس طرح امین احسن اصلاحی مفسرین کی اس رائے کو دلائل سے رد کرتے ہیں کہ آپ ﷺ پر جادو کا کچھ عرصہ تک اثر رہا اور اس کے شان نزول میں معوذتین نازل ہوئیں۔ ۶۰

خلاصہ تحقیق:

مولانا امین احسن اصلاحی کا فہم قرآن ان کے تفردات سے ظاہر ہوتا ہے نو جلدوں اور تقریباً چھ ہزار صفحات پر مشتمل تفسیر تدبر قرآن اردو تفسیری ادب میں منفرد اور یکتا مقام رکھتی ہے اور بعض مقامات نہایت نادر نقاد پر مشتمل ہیں زیر نظر تحقیقی مضمون میں اختصار کے ساتھ پیش کیئے گئے تفردات مفسر کے قرآنی ذوق وفہم کا بین ثبوت ہیں اور مولانا کے بھرپور عقلی استدلال کے گواہ ہیں۔ اس تفسیر پر مولانا نے اپنی زندگی کے پچاس سال صرف کیئے اردو تفاسیر میں نقل پر عقل کی فوقیت کی حامل یہ تفسیر بہت سے تفسیری تفردات اور منفرد استدلال پر مبنی ہے جو جدید اسلوب میں فہم قرآن کے لیے ایک سنگ میل کی حامل ہے۔

مصادر ومراجع:

۱۔ اصلاحی، امین احسن، تدبر قرآن، (لاہور: فاران فاؤنڈیشن، ۲۰۰۹ء) جلد اول، ص۴۲۔

۲۔ شہزاد سلیم، مولانا اصلاحی کی کہانی ان کی زبانی، مشمولہ ماہنامہ اشراق، لاہور جنوری، فروری ۱۹۹۸ء، ص۱۰۹۔

۳۔ خورشید احمد، مولانا امین احسن اصلاحی کی یاد میں، مشمولہ ماہنامہ ترجمان القرآن، لاہور، مارچ، ۱۹۹۸ء، ص۵۲۔ ۴۔ ایضاً۔

۵۔ اصلاحی، شرف الدین، ذکر فراہی، (لاہور: دارالتذکیر) ص۵۶۶۔

٦ مولانا اصلاحی کی کہانی، اشراق لاہور، ص ۱۰۹۔
٧ ندوی، سید سلیمان، حیات شبلی، (اعظم گڑھ: دارالمصنفین) ص ۶۲۸
٨ خالد مسعود، علم و عرفان کے ماہ کامل کا غروب، مشمولہ سہ ماہی تدبر، لاہور، جنوری ۱۹۹۸ء، ص ۳۔
٩ ماہ کامل کا غروب، تدبر، ص ۴
١٠ اصلاحی کی یاد میں، ترجمان القرآن، ص ۵۳، ۵۴۔
١١ روداد جماعت اسلامی، جلد ۱، ص ۳۹۔
١٢ ایضاً۔
١٣ ماہ کامل کا غروب، تدبر، ص ۹
١٤ ایضاً۔
١٥ میاں طفیل احمد، بعض وضاحتیں، مشمولہ سہ ماہی تدبر، لاہور، اپریل ۱۹۹۸ء، ص ۹۹۔
١٦ مسلم کیانی، فکر قرآنی کا رازداں، مشمولہ تدبر، لاہور اپریل ۱۹۹۸ء، ص ۳۰۔
١٧ مولانا اصلاحی کی یاد میں، مشمولہ ماہنامہ ترجمان القرآن، لاہور، ص ۴۸۔
١٨ خالد مسعود (مرتب) تفہیم دین، (لاہور: فاران فاؤنڈیشن) ص ۱۱۔
١٩ ایضاً۔
٢٠ اصلاحی، امین احسن، تدبر قرآن، (لاہور: فاران فاؤنڈیشن) دیباچہ۔
٢١ ایضاً۔
٢٢ اصلاحی، ظفر الاسلام، پروفیسر اشتیاق احمد سے انٹرویو، مشمولہ ششماہی علوم القرآن علیگڑھ، اصلاحی نمبر، جنوری ۱۹۹۸ء، ص ۵۷۳۔
٢٣ ماہ کامل کا غروب، مشمولہ تدبر، ص ۲۔
٢٤ القرآن، آل عمران آیت ۱۳۰۔
٢٥ تدبر قرآن، ج ۲، ص ۳۸۔
٢٦ القرآن، آل عمران، آیت ۱۶۱۔
٢٧ تدبر قرآن، ج ۲، ص ۲۱۱۔
٢٨ القرآن، النساء، آیت ۱۵۹۔
٢٩ تدبر قرآن، ج ۲، ص ۴۲۳۔
٣٠ القرآن، النساء، آیت ۱۵۹۔
٣١ تدبر قرآن، ج ۲، ص ۴۲۳۔
٣٢ القرآن، المائدہ، آیت ۱۱۔
٣٣ تدبر قرآن، ج ۲، ص ۴۷۲۔
٣٤ القرآن، اعراف، آیت ۳۔
٣٥ تدبر قرآن، ج ۳، ص ۲۲۲۔
٣٦ القرآن، اعراف، آیت ۴۶۔
٣٧ القرآن، النور، آیت ۳۷۔
٣٨ القرآن، الاحزاب، آیت ۲۱۔
٣٩ تدبر قرآن، ج ۳، ص ۲۶۶ تا ۲۶۸۔
٤٠ القرآن، توبہ، آیت ۱۰۱۔
٤١ تدبر قرآن، ج ۳، ص ۶۳۷۔
٤٢ القرآن، کہف، آیت ۱۷۔
٤٣ تدبر قرآن، جلد ۴، ص ۵۷۱۔
٤٤ القرآن، مریم، آیت ۷۱۔
٤٥ تدبر قرآن، ج ۴، ص ۶۷۸۔
٤٦ القرآن، مومنون، آیت ۱۷۔

۴۷؎ تدبر قرآن، ج ۵، ص ۳۰۵۔
۴۸؎ القرآن، مومنون، آیت ۵۰۔
۴۹؎ تدبر قرآن، ج ۵، ص ۳۲۲۔
۵۰؎ القرآن، نور، آیت ۲۔
۵۱؎ تدبر قرآن، ج ۵، ص ۳۶۷ تا ۳۷۴۔
۵۲؎ القرآن، احزاب، آیت ۲۸۔
۵۳؎ تدبر قرآن، ج ۶، ص ۲۱۵ تا ۲۱۸۔
۵۴؎ القرآن، یٰسین، آیت ۱۴۔
۵۵؎ تدبر قرآن، جلد ۶، ص ۴۱۰ تا ۴۱۳۔
۵۶؎ القرآن، احقاف، آیت ۱۰۔
۵۷؎ تدبر قرآن، جلد ۷، ص ۳۵۱ تا ۳۵۵۔
۵۸؎ القرآن، حجرات، آیت ۶۔
۵۹؎ تدبر قرآن، جلد ۷، ص ۴۹۲ تا ۴۹۷۔
۶۰؎ تدبر قرآن، ج ۹، ص ۶۶۶۔

ادارۂ قرطاس کی چند تازہ مطبوعات

☆ ماتم یک شہرِ آرزو (افسانے)
ڈاکٹر نگار سجاد ظہیر
صفحات: ۱۴۲ قیمت: ۲۰۰ روپے طبع اوّل: مارچ ۲۰۱۵ء
ISBN: 978-969-9640-09-4

☆ سوئے حرم (سفرنامہ حرمین شریفین)
از: ڈاکٹر ظفر حسین ظفر
صفحات: ۱۰۹ قیمت: ۱۰۰ روپے طبع اوّل ۲۰۱۴ء
ISBN: 978-969-9640-14-8

☆ سوچنے کی باتیں
تالیف: ڈاکٹر احسان الحق
یہ کتاب روزمرّہ کی زندگی کے حوالے سے بعض سماجی معاملات کا اسلامی نقطۂ نظر پیش کرتی ہے
صفحات: ۹۶ قیمت: ۱۰۰ روپے طبع اوّل ۲۰۱۴ء